سلسلہ اصلاحی مجالس



عاملوں سے نجات پائیے

بیان

حضرت مولانا عبد الستار صاحب زید مجدہم

سلسلہ اصلاحی مجالس

عاملوں سے نجات پایئے

حضرت مولانا عبدالستار صاحب حفظہ اللہ

مکتبہ فہمِ دین (وقف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

﴿ مَايَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَرَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّاهُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰالِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ o﴾ (المجادلۃ:۷)

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْماً فَقَالَ: ”يَا غُلَامُ اِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ: اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.“ (ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، جلد۲ ص۷۸)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ، تَعَرَّفْ اِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ، وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ، وَمَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَاَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً.“ (شعب الایمان للبیہقی، جلد۳ ص۱۳۵)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حضور ﷺ کی نصیحت

میرے معزز مسلمان بزرگو، عزیز بھائیو اور امت مسلمہ کی مقدس ماؤں اور بہنوں!

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں کچھ جامع نصائح ارشاد فرمائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"یَا غُلَامُ اِنِّیْ اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَکَ (اَوْ قَالَ) تَجِدْہُ اَمَامَکَ ."

اے لڑکے! میں آپ کو چند کلمات سکھا رہا ہوں۔ (پہلی بات یہ ہے کہ) تم اللہ کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے (یا یہ کہا کہ) اللہ کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے آگے پاؤ گے۔

اس دور کے اندر ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے، غیر محفوظ خیال کرتا ہے۔ اس کے دل میں ہر وقت عجیب و غریب خیالات اور وسوسے آتے رہتے ہیں، خوف، ڈر اور اندیشے اسے پریشان کرتے رہتے ہیں۔ یہ اپنی طرف سے بچاؤ کی ساری تدابیر اختیار کرتا ہے لیکن اندر کا خوف پھر بھی ختم نہیں ہوتا، حفاظت کے سارے طریقے آزما لیتا ہے لیکن اندر کا ڈر پھر بھی کم نہیں ہوتا، ہر وقت اسے یہی فکر لگی رہتی ہے کہ کل کیا ہو گا؟

محفوظ رہنے کا آسان نسخہ

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے حفاظت کے لئے بہت پیارا نسخہ بتا دیا ہے کہ

”تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرنا شروع کر دو، اللہ تمہاری حفاظت کرنا شروع کر دے گا۔ تم اس کا لحاظ کرو، وہ تمہارا لحاظ کرے گا۔ تم اس کا خیال رکھنا شروع کر دو، وہ تمہارا خیال رکھنا شروع کر دے گا۔ اپنے اللہ سے تمہارا جتنا تعلق ہے اس کی رعایت رکھنا شروع کر دو، وہ تمہاری رعایت رکھنا شروع کر دے گا۔“

اب ہم میں سے ہر ایک کا اپنے اللہ سے کتنا تعلق ہے تو اس کا پیمانہ ہر ایک کے پاس ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ میں اپنے اللہ کو کتنا یاد کرتا ہوں؟ اس لئے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۵۲)

پس (ان نعمتوں پر) مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا۔

تم ہمارا خیال کرو گے تو ہم تمہارا خیال کریں گے۔ اللہ کا خیال کرنے کا مطلب اللہ کے احکامات کا خیال کرنا ہے، اللہ کے دین کا خیال کرنا ہے، اللہ کے دین کی حفاظت کرنا ہے۔ ہم یہ کریں گے تو پھر اللہ بھی ہماری حفاظت کرے گا۔

دشمن کے گھر میں حفاظت

میرے عزیزو! جب اللہ تعالیٰ ہی ہماری حفاظت سے ہاتھ اٹھالے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہماری حفاظت نہیں کرسکتی اور جب وہ حفاظت کرنے پر آئے تو دشمن کے گھر میں بھی ہماری حفاظت کرسکتا ہے۔ دشمن کے حصار میں بھی ہماری حفاظت کر

سکتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَاَوْحَیْنَااِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَاخِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلاَ تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّارَادُّوْهُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾
(القصص:۷)

ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ۔ پھر جب تم کو ان کی نسبت (جاسوسوں کے مطلع ہونے کا) اندیشہ ہو تو (بے خوف وخطر) ان کو دریا (نیل) میں ڈال دینا اور نہ تو (غرق سے) اندیشہ کرنا اور نہ (مفارقت پر) غم کرنا (کیونکہ) ہم ضرور ان کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر اپنے وقت پر) ان کو پیغمبر بنا دیں گے۔

فرعون بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے تمام نومولود لڑکوں کو ذبح کروا دیتا تھا اور اس کام کے لئے اس نے اپنے افراد مقرر کر رکھے تھے جو ہر گھر اور بستی میں گھوم پھر کر اس بات کا پتہ چلاتے تھے کہ کس کے ہاں پیدائش ہوئی ہے۔ اور اگر اس گھر میں پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہوتا تو اسے ذبح کر دیتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو ان کی والدہ کو پریشانی لاحق ہوگئی کہ میرے بچے کو بھی فرعون کے کارندے میری آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیں گے۔ اس وقت اللہ رب العزت نے انہیں (بذریعہ الہام) حکم دیا کہ

﴿فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ﴾ (القصص:۷)

پس تم (بے خوف وخطر) اس کو دریا میں ڈال دو، اور ان کے (ڈوبنے) کا اندیشہ نہ کرنا اور نہ (مفارقت پر) غم کرنا۔

ڈرنے کی بات نہیں ہے، خوف نہ کھاؤ، بس جو ہم کہہ رہے ہیں وہ کرتی چلی

جاؤ۔ اسے دریا میں ڈال دو، اللہ پر اعتماد کرو اس لئے کہ جب اللہ حفاظت کرنے پر آئے، بچانے پر آئے تو دشمن کے محل میں رکھ کر بھی حفاظت کرسکتا ہے اس لئے کہ وہ قادر ذات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔ اب صندوق دریا کی لہروں پر بہا چلا جا رہا ہے۔ بہتے بہتے ایسے مقام پر آ پہنچا جہاں فرعون کا محل تھا۔ فرعون اپنے محل کے دریچے میں کھڑا دریا کا نظارہ کر رہا تھا۔ اس نے دریا میں کوئی چیز بہتی ہوئی دیکھی تو اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے دریا سے نکال کر لاؤ۔

فرعون کا دل بھی نرم ہو گیا

فرعون کے کارندے دریا سے صندوق نکال کر اپنے آقا کے پاس لے گئے۔ اس نے صندوق کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک نومولود بچہ لیٹا ہوا تھا جو شکل وصورت سے بنی اسرائیل کا لگتا تھا۔ دو دشمن آمنے سامنے تھے۔ ایک طاقتور اور حکومت کا مالک تھا جب کہ دوسرا نومولود جسے اپنی ذات پر بھی کوئی اختیار نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کرنا چاہ رہے تھے، اس لئے اللہ رب العزت نے فرعون کی بیوی کے دل میں بچے کی محبت ڈال دی۔ فرعون کی بیوی کہنے لگی کہ یہ بچہ تو بڑا اچھا لگ رہا ہے اسے ذبح نہیں کرنا۔ بیوی کی یہ بات سن کر فرعون جیسے ظالم اور سخت دل انسان کا دل بھی نرم پڑ گیا، پسیج گیا اور اس نے بچے کو بیوی کے حوالے کر دیا۔

موت کے اسباب میں حفاظت

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موت کے بہت سارے اسباب میں رکھ

کر بچایا اور یوں اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا۔ بچانے کی ایک صورت تو یہ بھی ہوسکتی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کہہ دیتے کہ اتنی دور چلی جاؤ کہ دشمن کی نظروں سے ہی اوجھل ہو جاؤ اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ دشمن آتے اور گھر سے اس بچے کو اٹھا کر لے جاتے لیکن اس سے پہلے ہی حکم آ گیا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو۔ دریا کی لہریں خود موت کا سامان ہیں۔ پھر صندوق میں ڈالنا بھی موت کا سامان ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انہیں دریا میں ڈال دیا۔ پھر یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اللہ لہروں کو حکم دیتا کہ اس صندوق کو اس قدر دور لے جاؤ کہ دشمن کی نظر ہی نہ پڑے لیکن ہوا کیا؟ لہریں اس صندوق کو دشمن کے محل کے سامنے لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ جب میں کسی کو بچانے پر آؤں تو اسے کوئی مار نہیں سکتا۔ میں کسی کی حفاظت کرنے پر آؤں تو کوئی اس کا بال بیکا نہیں کرسکتا، جب میں کسی کو عزت دینے پر آؤں تو کوئی اس شخص کو ذلیل نہیں کرسکتا اور جب میں کسی کو ذلیل کرنے پر آؤں تو کوئی اسے عزت نہیں دے سکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ﴾ (الحج:١٨)

اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔

اور یہ بھی یاد رکھو جسے وہ رسوا کرنے پر آئے تو پھر اسے کوئی بھی بچا نہیں سکتا۔

﴿ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ﴾ (الرعد:٤١)

اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔

جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کے فیصلے کو رد نہیں کرسکتی۔

رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا وظیفہ

رسول کریم ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرما رہے ہیں کہ

"اِحفَظِ اللّٰہَ یَحفَظکَ"

تم اللہ کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

ہاں میرے عزیزو! میرا نبی وظیفہ بتا رہا ہے، بچاؤ کے طریقے سمجھا رہا ہے تا کہ آپ پر کوئی جادو نہ کر سکے، کوئی آپ کی بندش نہ کر سکے، کوئی آپ کے راستے میں رکاوٹیں نہ ڈال سکے، کوئی آپ کو نظر نہ لگا سکے، کوئی آپ کا برا نہ چاہ سکے، کوئی آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ کتنا شاندار نسخہ ہے کہ اپنے اردگرد حفاظت کے باڑ لگا دو تا کہ کسی حاسد کا حسد، کسی سازشی کی سازش آپ کی زندگی میں آگ نہ لگا سکے۔

آج کا مسلمان چاہتا ہے کہ اس کے مسائل حل ہوں لیکن اس کے لئے وہ نبی ﷺ کا بتایا ہوا نسخہ استعمال کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس لئے ایسے لٹیروں کے پاس جاتا ہے جو اس کا مال بھی لوٹتے ہیں اور نظریہ بھی خراب کرتے ہیں۔ ہر جگہ دکانیں بنی ہوئی ہیں، بورڈ لگے ہوئے ہیں اور ایسے لوگ قسمت کا حال بتانے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں کہ جن کی اپنی قسمت خراب ہے۔ خود بدحال ہیں مگر دوسروں کو خوش حال بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اللہ کے بندوں پر بھی امتحان آتا ہے

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے اس کی مثال بیان فرمائی ہے کہ ساری دنیا حضرت مریم علیہا السلام کو رسوا کرنے پر تلی ہوئی تھی، جب وہ حضرت عیسی علیہ السلام

کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں تو اللہ رب العزت نے حضرت مریم علیہا السلام سے (بذریعہ الہام) فرمایا کہ جب تمہیں کوئی آدمی نظر آئے تو اس سے بات نہ کرنا بلکہ اس سے کہہ دینا کہ

﴿اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْماً فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا﴾ (مریم:۲۶)

میں نے اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے سو آج میں کسی آدمی سے نہیں بولوں گی۔

حضرت مریم علیہا السلام کا اپنی قوم سے مکالمہ

جب حضرت مریم علیہا السلام بچے کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس پہنچیں تو قوم والوں نے دیکھتے ہی کہا کہ اری مریم! یہ تو تو نے بڑے غضب کا کام کر دیا:

﴿ یَااُخْتَ هَارُوْنَ مَاکَانَ اَبُوْکِ امْرَءَ سَوْءٍ وَمَاکَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّا ﴾

(مریم:۲۸)

اے ہارون کی بہن! تمہارے والد کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ ہی تمہاری والدہ بدکار تھیں۔

اے ہارون کی بہن! تیرا باپ ایسا نہیں تھا، تیری ماں ایسی نہیں تھی۔ تیری تو شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔ یہ بیٹا کہاں سے لے کر آ گئی ہے؟

ساری دنیا رسوا کرنے پر تلی ہوئی ہے لیکن اللہ رب العزت ان کی خاطر فطرت کے نظام کو بدل رہے ہیں کہ مریم میری بندی ہے، اس نے اپنی عفت میں کبھی خیانت نہیں کی، اس نے اپنی آنکھوں کو کبھی گندہ نہیں کیا، اس نے اپنے شباب کو کبھی داغ دار نہیں کیا، اس نے کبھی غیر محرم سے تعلق نہیں رکھا، اس نے خلوتوں کے

اندر بھی ہمارا لحاظ کیا ہے، اس نے اندھیروں کے اندر بھی ہمارا خیال رکھا ہے، ہر وقت اس کے دل و دماغ میں ہماری عظمتوں کا خیال رہا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام نے عیسی علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے پوچھ لو۔قوم والوں نے کہا:

﴿كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ (مریم:۲۹)

بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے۔

قوم تو اور زیادہ غضب ناک ہوگئی کہ یہ بچہ کیسے بولے گا؟ یہ تو پنگھوڑے کے اندر ہے، چھوٹا سا بچہ ہے جسے ابھی کوئی زبان بھی نہیں آتی۔کیا تم ہم سے مذاق کر رہی ہو؟

حضرت عیسی علیہ السلام کا بچپن میں بولنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی پاکیزگی اور پاکدامنی ثابت کرنے کی خاطر اپنا نظام بدل دیا کہ اگرچہ معصوم بچے اس عمر میں بولتے نہیں ہیں لیکن معاملہ میری مریم کی عفت کا ہے، معاملہ آج اس کی پاکدامنی کا ہے تو وہ معصوم بچہ بولتا ہے:

﴿اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا وَّالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾

(مریم:۳۰ تا ۳۳)

میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھے نبی بنایا (یعنی بنا دے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا، میں جہاں کہیں بھی ہوں اور

اس نے مجھ کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں گا اور جس روز (قیامت) میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بولا اور بہت زبردست بولا، پورا پیغام دے دیا، اپنی والدہ کی پاکدامنی کا اعلان کر دیا اور اپنا بلند مقام بھی بتا دیا اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو سمجھا دیا کہ ارے تم جسے رسوا کرنا چاہ رہے ہو اسے تو اللہ نے سعادتیں اور عزتیں دینے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔

اللہ آج بھی موجود ہے

میرے عزیزو! اللہ آج بھی موجود ہے، آج بھی بچا سکتا ہے، آج بھی ہماری حفاظت کر سکتا ہے، آج بھی ہماری نگہبانی کر سکتا ہے بشرطیکہ ہم بھی اس کا لحاظ کریں۔ زبانوں پر یہ شکوے تو ہیں کہ اللہ کے دربار میں ہماری سنی نہیں جاتی لیکن یہ خیال نہیں آتا کہ ہم اس کی کتنی سنتے ہیں؟ یہ شکایت تو ہے کہ ہماری مانی نہیں جاتی لیکن یہ خیال نہیں آتا کہ ہم اس کی کتنی مانتے ہیں؟ یہ شکایت تو ہے کہ شوہر بیوی کی نہیں مانتا، بیوی شوہر کی نہیں مانتی، اولاد ماں باپ کی نہیں مانتی لیکن یہ خیال نہیں ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے کی کتنی مانتے ہیں؟ محاسبہ تو اس بات کا بھی ہونا چاہئے کہ ہم اللہ رب العزت کی کتنی مانتے ہیں؟ اس کے احکامات کی کتنی بجا آوری کرتے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ ، اِحفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ اَمَامَکَ"

تم اللہ کے دین، اللہ کے احکامات کا خیال کرو اللہ تمہارا خیال کرے گا بلکہ تم اللہ کی قدرت کو اپنی آنکھوں کے سامنے پاؤ گے۔ جب آدمی اللہ کی قدرت کو سامنے پاتا ہے تو پھر اس کی زندگی کے مزے کچھ اور ہوتے ہیں۔ جب آدمی اللہ کو اپنے ساتھ پاتا ہے تو پھر وہ کبھی بے چین نہیں ہوتا، بے سکون نہیں ہوتا، پریشان نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے سامنے سب سے بڑا سہارا اللہ تعالیٰ کی صورت میں موجود ہوتا ہے۔

سہارے سے محروم لوگ

لوگ بے چینی، مایوسی اور ڈپریشن کا شکار ہوتے ہی اس لئے ہیں کہ ان کے سامنے کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ یہ لوگ نفسیاتی مریض کیوں بنتے ہیں؟ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کے سامنے اللہ رب العزت جیسا مضبوط سہارا نہیں ہوتا اور پھر ان امراض کا علاج کرانے کے لئے جاتے بھی ان کے پاس ہیں جو خود نفسیاتی مریض ہوتے ہیں۔ وہ کیا علاج کریں گے؟ اپنی رکاوٹیں دور کرانے کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں جن کے سامنے خود رکاوٹیں کھڑی ہوتی ہیں تب ہی تو وہ سڑکوں پر بیٹھے ہوتے ہیں، راستوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔

گناہوں سے عقل متاثر ہوتی ہے

جب آدمی گناہ کرتا ہے تو سب سے پہلے اس گناہ کا اثر اس کی عقل پر ہوتا ہے ایسے کم عقلی کے کام کرتا ہے کہ کسی کے خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ انسان بھی ایسا کرسکتا ہے، کچھ سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی ایسا کرسکتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ مسلسل گناہ کرنے کی وجہ سے عقل ہی فنا ہو جاتی ہے، عقل ہی بے کار ہو جاتی ہے۔

جو لوگ اللہ کا ساتھ اپنا لیتے ہیں پھر وہ بے چین اور مضطرب نہیں ہوتے ، بڑے مطمئن ہوتے ہیں ، بڑی پر سکون زندگی گزارتے ہیں لیکن میرے عزیزو! یہ دولت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب پہلی صورت "اِحْفَظِ اللّٰہَ" موجود ہو کہ بندہ اللہ کے احکامات کا خیال کرنے والا ہو، پھر اسے ہر وقت اللہ کی صورت میں سہارا نظر آئے گا اور اس کی بدولت وہ کبھی مایوس نہیں ہوگا، کبھی بے چین نہیں ہوگا۔

مدد صرف اللہ سے مانگی جائے

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ"

جب بھی مانگو تو ایک اللہ سے مانگو۔

تمام مصائب اور تکالیف کو دور کرنے والی ذات ایک اللہ کی ہے اور تمام بھلائیاں عطا کرنے والی ذات بھی ایک اللہ کی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ﴾ (یونس:۱۰۷)

اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں ہے۔

جب مصیبت وہاں سے آتی ہے تو پھر اس مصیبت کو کوئی بھی نہیں ٹال سکتا۔ جب وہاں سے خیر کا فیصلہ ہوتا ہے تو پھر اس خیر کے فیصلے کو بھی کوئی نہیں ٹال سکتا اس لئے اپنا معاملہ وہیں سے حل کرائیں، جب بھی ضرورت اور حاجت ہو تو اسی کے

سامنے ہاتھ پھیلائیں۔مخلوق سے نظریں ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

تکلیف کے وقت کیا سوچا جائے؟

جب بھی کسی کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو یوں سوچیں کہ فلاں آدمی کی طرف سے جو تکلیف آرہی ہے یا تو یہ میرے کسی گناہ پر اللہ کی طرف سے تنبیہ ہے یا اللہ رب العزت کی طرف سے میرے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے یا میرے کسی گناہ کی معافی کا سبب ہے یا اللہ مجھ سے امتحان لینا چاہ رہے ہیں۔

جب آنے والی ہر آزمائش ، ہر مصیبت پر ایسی مثبت سوچ رکھی جائے گی تو پھر نظر مخلوق کی طرف نہیں جائے گی بلکہ خالق کی طرف جائے گی۔ایسی سوچ رکھنے والا شخص خالق کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔

مصائب کیوں آتے ہیں؟

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾
(شوریٰ:۳۰)

اور تم کو (اے گناہگارو) جو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے اور بہت سی تو وہ (اللہ) درگزر ہی کر دیتا ہے۔

یہ جو کچھ تم پر آرہا ہے یہ سب تمہارے اپنے ہاتھوں کا نتیجہ ہے لیکن بہت ساری خطائیں تو ہم ویسے ہی نظر انداز کر دیتے ہیں اور یہ جو مصیبت دے رہے ہیں وہ بھی اس لئے کہ شاید تمہیں تنبیہ ہو جائے ،شاید تم گناہوں سے رجوع کرلو۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی مانگو تو اللہ سے مانگو، جب بھی مدد طلب کرو

اللہ سے طلب کرو۔ جب بندہ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیتا ہے تو اللہ بھی اسے مخلوق سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ جب بندہ اپنا معاملہ مخلوق کے سپرد کرتا ہے تو پھر اللہ بھی اس کا معاملہ مخلوق کے سپرد کر دیتا ہے، پھر وہ ساری زندگی مخلوق کا محتاج رہتا ہے اس لئے صرف ایک اللہ سے مدد چاہو، صرف اسی کے سامنے جھکو۔ تو میرے عزیزو! اگر سوچنے کا زاویہ یہ ہوگا تو پھر نظر اللہ تعالیٰ کی طرف جائے گی۔

نفع، نقصان کا مالک کون؟

پھر آپ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

" اِنَّ الْاُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ " (ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، جلد ۲، ص ۷۸)

اگر ساری مخلوق جمع ہو جائے اور تمہیں نفع پہنچانا چاہے تو نفع نہیں پہنچا سکتی مگر اتنا جو تمہارے لئے لکھا جا چکا ہے۔

" وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْکَ " (ایضاً)

اور اگر ساری مخلوق تمہیں نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر وہ جو تمہارے لئے لکھا جا چکا ہے۔

یہ بہت جامع جملہ ہے۔ اگر یہ چیز سمجھ میں آجائے تو میرے عزیزو! آج ہم عاملوں کے چکروں میں پڑ کر اپنا ایمان خراب نہیں کریں گے، در در جا کر اپنا عقیدہ خراب نہیں کریں گے۔ اور اگر اللہ کے رسول ﷺ کے اس ارشاد پر یقین نہ ہوا تو خوف کی زندگی گزاریں گے، مخلوق سے ڈر کر زندگی گزاریں گے۔

میرے عزیزو! یہ ایمان اور یقین ہونا چاہئے کہ جب تک میرا اللہ نہ چاہے تو میرا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں اگر اللہ نے ایسا ارادہ کرلیا تو پھر کوئی بھی اس آنے والی مصیبت کو دور نہیں سکتا، اس لئے مجھے اصل معاملہ اللہ تعالیٰ ہی سے کرنا ہوگا۔

تقدیر پر راضی رہئے

جب آدمی سے کوئی کام نہیں ہوتا تو کہتا ہے کہ اگر میں یہ کام کر لیتا تو......اگر ایسا ہو جاتا تو......، اس ''اگر مگر'' کی وجہ سے انسان اور بھی پریشان ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَخْطَأَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَکَ ،وَمَا اَصَابَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ''

اور جان لو کہ جو چیز تم سے غائب ہوگئی اس نے تمہیں ملنا ہی نہیں تھا اور جو چیز تمہیں مل گئی ہے اس سے تم نے محروم ہونا ہی نہیں تھا۔

حضور ﷺ نے یہ بات ارشاد فرما کر ''اگر مگر'' کے سارے راستے ہی بند کر دیئے ہیں۔ اس لئے پیارے نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ

''فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ'' (مسلم، باب الایمان بالقدر، ج ۲، ص ۳۳۸)

بے شک ''اگر'' کا لفظ شیطانی عمل کے لئے راستہ کھول دیتا ہے۔

جس نے کہا ''اگر یوں ہوگیا'' گویا اس نے شیطان کے لئے راستہ کھول دیا۔ اب شیطان اسے وسوسوں کے ذریعے پریشان کرتا رہے گا، بے چین کرتا رہے گا۔ اگر میں یوں کاروبار کر لیتا، اگر فلاں جگہ رشتہ ہو جاتا، اگر میں پہلے سے ایسا کر لیتا...... ارے میرے دوستو! جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا۔ لیکن اس ''اگر مگر'' کی وجہ سے اور تو کچھ

نہیں ہوگا البتہ اس کی بے چینی ضرور بڑھے گی۔

مسلمان کی شان

مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ پہلے تدبیر ضرور کرتا ہے اور تدبیر کے بعد جو نتیجہ نکلتا ہے اس کے بارے میں اس کا کہنا یہی ہوتا ہے کہ اس نے ایسا ہی ہونا تھا، میں کچھ بھی کر لیتا، ہونا یہی تھا۔ یہی میرے حق میں بہتر ہے۔

میرے عزیزو! تدبیر کرنا منع نہیں ہے۔ تدبیر اختیار کرنے کا تو حکم ہے لیکن تدبیر کرنے کے بعد جو نتیجہ نکلے اس پر راضی رہنا بھی ضروری ہے۔ ہر کام سے پہلے تدبیر نبی ﷺ نے خود بتائی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَانَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ"

(کنز العمال، صلوۃ الاستخارہ، ج ۷، ۳۳۶)

استخارہ کرنے والا نقصان میں نہیں رہتا اور مشورہ کرنے والا نادم نہیں ہوتا۔

استخارہ کرلو، اہلِ مشورہ سے مشورہ کرلو۔ یہ تدبیر ہے لیکن تدبیر کے بعد جو معاملہ طے ہو جائے اس کے بارے میں پھر یہ نہ کہو کہ اگر ایسا ہو جاتا تو میرے حق میں بہتر تھا بلکہ یوں کہو کہ میں کچھ بھی کر لیتا اس نے ایسا ہی ہونا تھا۔ سارے حفاظت کے طریقے استعمال کر لیتا تب بھی ایسا ہی ہونا تھا، اللہ کی طرف سے یہی طے تھا۔ رسول کریم ﷺ نے زندگی کے اندر پریشانی آنے کے تمام راستے بند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو چیز تمہیں ملنی ہے اسے تمہیں ملنے سے کوئی روک نہیں سکتا اور جو چیز نہیں ملنی وہ کوئی دے نہیں سکتا۔

رزق حلال کو یقینی بنائیں

پیارے نبی ﷺ کی اس بات پر اگر یقین آجائے کہ جو ملنا ہے وہ حلال طریقے سے ہی مل جائے گا اور جو نہیں ملنا وہ حرام سے بھی نہیں ملے گا تو آدمی حرام کا دروازہ کبھی نہیں کھولے گا بلکہ حلال طریقے سے حاصل ہونے والی روزی پر اکتفا کرلے گا، جھوٹ بول کر اپنا ایمان خراب نہیں کرے گا، بددیانتی کر کے اپنے اسلام کو داغ دار نہیں کرے گا، فراڈ کر کے اپنی آخرت خراب نہیں کرے گا، دھوکہ دے کر اپنی عاقبت برباد نہیں کرے گا۔

مشاہدے سے زیادہ غیب پر ایمان

مشاہدے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے، حرام سے مال میں اضافہ ہوتا ہے، دھوکہ اور فراڈ سے آمدنی بڑھ جاتی ہے۔ مال و دولت کی فراوانی ہو جاتی ہے، آسائشوں کی بھرمار ہو جاتی ہے، زندگی کی آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں مگر میرے عزیزو! جب تک مشاہدے سے زیادہ غیب پر یقین نہیں ہوتا تب تک زندگی نہیں بنتی۔ ہمیں تو اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے ارشادات پر یقین ہونا چاہئے، اعتماد ہونا چاہئے کہ جھوٹ ہلاکت اور پریشانی میں ڈال دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''بے شک سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاکت میں ڈالتا ہے۔''

ظاہری طور پر جھوٹ کی وجہ سے یوں لگتا ہے کہ تین کے بجائے چار آرہے ہیں، چار کے بجائے پانچ آرہے ہیں لیکن ہمارا ایمان یہ ہونا چاہئے کہ نبی ﷺ کی بات سچی ہے اس لئے دو کے بجائے تین آتو رہے ہیں لیکن اپنے ساتھ ہلاکت بھی لے کر

آرہے ہیں۔ یہی ایمان ہونا چاہئے کہ غلط طریقے سے آئے ہوئے پیسے بظاہر گنتی میں زیادہ ہوتے ہیں لیکن یہ اپنے ساتھ نحوستیں اور بیماریاں لے کر آتے ہیں۔ بقیہ مال بھی غیر محفوظ کر دیتے ہیں۔ اس لئے نبی ﷺ سمجھا رہے ہیں کہ جو ملنا ہے وہ ضرور ملے گا۔ اب تمہارے اوپر ہے کہ اسے حلال طریقے سے حاصل کرو یا حرام طریقے سے حاصل کرو، جائز طریقے سے حاصل کرو یا ناجائز طریقے سے حاصل کرو۔ اپنا ایمان بچا بچا کر اسے حاصل کرو یا ایمان خراب کر کے حاصل کرو، ملنا اتنا ہی ہے۔

پریشانیوں سے تحفظ کا راستہ

مطلب یہ نہیں کہ محنت نہ کی جائے، کوشش نہ کی جائے یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ کی جائے بلکہ نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ حرام کے راستے سے نہ لو، حلال کا راستہ اختیار کرو۔ حلال کا راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے اگر کچھ حالات آجائیں تو بے چین نہ ہو جاؤ۔ آج ہر شخص بے چینی سے تڑپتا ہوا نظر آرہا ہے، اگر اس سے آدھی بے چینی اسے اس بات پر ہو جاتی کہ میں اللہ کے حکم پورے نہیں کر رہا، میرے گھر میں کوئی بھی اللہ کے احکامات کا خیال نہیں کر رہا، نہ بیٹی، نہ بیوی، نہ بہو، نہ شوہر تو یقین جانیں کہ اس کے سارے مسائل ہی حل ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی ساری بے چینیوں سے نجات دے دیتے، ساری پریشانیوں سے اسے محفوظ کر دیتے۔

صبر کے ساتھ اللہ کی مدد

پھر آپ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا:

”وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ“

(بیٹے) یہ جان لو کہ اللہ کی مدد صبر کے ساتھ آیا کرتی ہے۔

تھوڑا سا صبر کرلو، تھوڑا سا برداشت کرلو، اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے اور مزید فرمایا کہ

" وَاِنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْکَرْبِ ،وَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً "

بے شک ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے اور ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

اللہ کو یاد کرنے کے فائدے

ایک اور بہت اہم بات ارشاد فرمائی کہ

" تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰہِ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفُکَ فِیْ الشِّدَّۃِ "

(شعب الایمان للبیہقی، جلد۳، ص۱۳۵)

جو آدمی خوشحالی، صحت ،اچھی زندگی اور اچھے حالات میں اپنے اللہ کو فراموش نہیں کرتا تو آزمائش کی گھڑی میں اللہ بھی اسے فراموش نہیں کرتا۔

جب اللہ رب العزت نے اچھی زندگی دی ہے،اچھے حالات دیئے ہیں، صحت دے رکھی ہے، مال دے رکھا ہے اور اس وقت یہ اپنے اللہ کو فراموش نہیں کرتا تو پھر آزمائش کی گھڑی میں اللہ بھی اسے فراموش نہیں کرے گا۔

میرے عزیزو! یہ ہیں زندگی سنوانے کے ضابطے۔ان میں ہر ضابطہ بڑا پائیدار ہے۔ان کا نتیجہ سو فیصد ہے کہ اپنے اللہ کا خیال کرو، ہر حال میں اسے یاد رکھو پھر وہ مصیبت میں،آزمائش میں تمہیں فراموش نہیں کرے گا۔آج ہر شخص کسی نہ کسی آزمائش کے اندر مبتلا ہے۔میرے دوستو! یہ دنیا ہے یہاں آزمائش تو آنی ہے لیکن اگر ان ضابطوں پر عمل ہو جائے تو آزمائش کے اندر بھی اطمینان ہوگا۔

گناہوں سے دل میں آگ جلتی ہے

جب آدمی اللہ تعالیٰ کا خیال نہیں کرتا اور اس کی نافرمانیاں کرتا ہے، اس کے احکامات کو نظر انداز کر دیتا ہے تو ان نافرمانیوں کا براہ راست اثر اس کے دل پر ہوتا ہے اور اس کے دل میں آگ جلتی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةِ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ﴾ (ہمزۃ:۶،۷)

وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے، جو (بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی۔

کمزور دل کے نقصانات

پھر کیا ہوتا ہے؟ اس کا دل کمزور ہو جاتا ہے۔ بظاہر بڑا توانا اور طاقت ور ہوتا ہے لیکن اندر سے دل کمزور ہو جاتا ہے اور جب دل ہی کمزور ہو جائے تو اس کا پورا جسم کمزور ہو جاتا ہے، کوئی کام کرنے کا دل ہی نہیں چاہتا۔ آزمائش کی گھڑی میں تحمل ختم ہو جاتا ہے، برداشت نہیں رہتی، صبر کا مادہ ختم ہو جاتا ہے، قوت فیصلہ سے محروم ہو جاتا ہے اس لئے کہ دل جو کمزور ہو گیا ہے، دل کی کمزوری اسے ان سب خوبیوں سے محروم کر دیتی ہے، یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ کوئی کام کرنے لگتا ہوں تو پتہ نہیں کیا ہوتا ہے پھر چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہوں۔ کام ہونے کے بالکل قریب ہوتا ہے، کام بن رہا ہوتا ہے پھر اچانک پتہ نہیں کیا ہوتا ہے کہ ایک دم دل اٹھ جاتا ہے۔

ارے میرے عزیزو! یہی ایک وجہ ہے کہ آج ہم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اس دل کو بالکل ہی کمزور کر رکھا ہے، یہ سب اسی کے اثرات ہیں کہ قوت فیصلہ اور برداشت بالکل نہیں ہے، بات بات پر غصہ ہو جاتے ہیں، طبیعت پر قابو ہی نہیں ہے۔

مضبوط دل

میرے عزیزو! جب اللہ تعالیٰ کی حفاظت نہیں ہوگی، اللہ کے احکام کی حفاظت نہیں ہوگی تو دل کمزور ہو جائے گا۔ جب یہ کمزور ہوگا تو پوری زندگی میں فساد آجائے گا اور جب یہ توانا ہوگا تو یقین جانیے پہاڑوں جیسی آزمائشیں بھی آسانی سے برداشت کرلے گا، ثابت قدم رہے گا، بے صبری نہیں دکھائے گا، مایوس نہیں ہوگا، ڈپریشن کا شکار نہیں ہوگا، قوت فیصلہ سے محروم نہیں ہوگا، پھر خوف زدہ لوگوں کی طرح زندگی نہیں گزارے گا، پھر بلاوجہ کے اندیشے اور خوف اسے نہیں ستائیں گے۔

آپ ﷺ کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک موقع پر حضور ﷺ نے ان کی خدمت سے خوش ہو کر انہیں اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ'' (بخاری باب قول النبی ﷺ اللھم علمہ الکتاب، ج ۱ص ۱۷)

اے اللہ! اسے (عبداللہ ابن عباس کو) کتاب یعنی قرآن کا علم عطا فرما۔

یہ دعا ان کے حق میں قبول ہوگئی اور پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ رضی اللہ عنہم میں امام المفسرین (تفسیر کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے امام) بن گئے۔

دعاؤں کا ذخیرہ کریں

بہت سارے لوگ دعائیں کرواتے ہیں، دعائیں لیتے نہیں ہیں۔ دعائیں کروانے کا رواج تو بہت ہے لیکن دعائیں لینے کا رواج بہت کم ہے۔ کوئی بیٹا اپنی ماں کی ایسی خدمت کرے کہ ماں تنہائی میں اس کے لئے دعا کردے۔ اپنے باپ کا ایسا

خیال کرے کہ باپ اس کے لئے دعا کی خاطر ہاتھ اٹھادے، اپنے بزرگ یا اپنے استاد کی ایسی خدمت کرے کہ وہ تنہائیوں میں اس کے لئے دعا کر دیں، کسی مظلوم کی ایسی فریادرسی کرے کہ وہ تنہائیوں میں اس کے لئے دعا کردے، یہ دعائیں لینا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت بڑے خیر کے ماحول میں تھی، ان کی تربیت اچھے ماحول میں ہورہی تھی، اس لئے وہ دعائیں بھی لیتے تھے تو عجیب عجیب دعائیں لیتے تھے۔ ہم تو کم ظرف لوگ ہیں، مانگتے ہیں تو اپنے ظرف کے مطابق کہ دنیا مل جائے، عہدہ مل جائے، منصب مل جائے۔ وہ بڑے ظرف والے لوگ تھے، ان کی سوچ بہت وسیع ہوا کرتی تھی، مانگتے بھی تھے تو بڑی چیز مانگتے تھے، آخرت کو مقدم رکھتے تھے۔

نیکی کے اثرات

نیکی کے بھی کچھ آثار ہوتے ہیں، اس کے بھی کچھ نتائج ہوا کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”اِنَّ لِلْحَسَنَةِ ضِيَاءً فِي الْوَجْهِ وَنُوراً فِي الْقَلْبِ وَسِعَةً فِي الرِّزْقِ وَقُوَّةً فِي الْبَدَنِ وَمَحَبَّةً فِي قُلُوبِ الْخَلْقِ“ (الجواب الکافی ص۷۲)

بے شک نیکی کی (بدولت) چہرے پر رونق، دل میں روشنی، روزی میں کشادگی، بدن میں طاقت اور لوگوں کے دل میں محبت حاصل ہوتی ہے۔

چہرے کی رونق

● پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ نیکی کی برکت سے اللہ تعالیٰ چہرے کو پُر رونق بنا دیتے ہیں۔ نیک آدمی کا چہرہ پُررونق نظر آتا ہے چاہے کتنا ہی کالے رنگ کا کیوں نہ ہو اور گناہگار آدمی چاہے کتنا ہی گورے رنگ کا کیوں نہ ہو لیکن اس کے چہرے پر

گناہوں کی ظلمت چھائی ہوئی ہوتی ہے۔اس لئے کہ جب گناہوں کی آگ دل میں جلتی ہے تو اس کا دھواں چہرے پر بھی آیا کرتا ہے جس سے آنکھوں کی چمک اور چہرے کی رونق ختم ہو جایا کرتی ہے۔

دل کا نورانی ہونا

● دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس نیکی کی وجہ سے بندے کا دل روشن ہو جاتا ہے، جیسے عام طور پر روشنی کے اندر آدمی کو سکون ملتا ہے، اگر اندھیرا ہو جائے تو اسے ڈر لگتا ہے۔اسی طرح جس کے پاس دل کی روشنی ہوتی ہے تو وہ بڑے اطمینان میں ہوتا ہے اور جس کے دل میں روشنی نہ ہو وہ بڑے خوف میں ہوتا ہے۔آنکھوں میں روشنی ہو تو سانپ اور لاٹھی میں فرق کیا جا سکتا ہے، اسی طرح جب دل میں روشنی ہو تو حق اور باطل میں فرق کیا جا سکتا ہے۔دل کا اندھا حق والوں اور باطل والوں میں فرق نہیں کر سکتا۔جیسے آنکھوں کا اندھا ہر چکنے پتھر کو ہیرا سمجھتا ہے ایسے ہی دل کا اندھا بھی ہر چمکتی دمکتی گمراہی کو اپنا دین سمجھنے لگتا ہے، اسی سے متاثر ہو جاتا ہے، اچھے بولوں سے، اچھے لہجے سے، اچھی معلومات سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے لیکن جب دل میں روشنی ہوتی ہے تو پھر اس کا میلان صاف اور روشن دل لوگوں کی جانب ہوتا ہے۔

جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے

ہر جنس اپنی ہم جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔جیسے کبوتر کبوتر کی طرف جاتا ہے اور مرغی مرغی کی طرف جاتی ہے۔اسی طرح اگر دل کے اندر روشنی ہوگی تو جن کے دلوں میں روشنی ہے ان ہی سے اس کی مناسبت ہوگی لیکن اگر دل میں ظلمت ہوگی،

اندھیرا ہوگا، گناہوں کی گندگی ہوگی تو پھر اس کا میلان بھی ایسے ہی لوگوں کی طرف ہوگا جو خود دل کے اندھے ہیں، جن کے دل خود سیاہ ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ کس کی مانیں؟ کوئی کچھ کہتا ہے تو کوئی کچھ کہتا ہے۔ بہترین نسخہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کو گناہوں سے پاک کرلیں، نیکی کو خالص کرلیں انشاء اللہ دل کا نور خود ہی آپ کو اچھے لوگوں کی طرف لے جائے گا، اچھے لوگوں سے مناسبت ہونے لگ جائے گی اور جن کے دلوں میں ظلمت ہے ان سے دور رکھے گا۔

رزق کی کشادگی

● تیسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس نیکی کی وجہ سے اللہ اس کی روزی میں برکت دے دیتا ہے۔ یہ نیکی کے آثار ہیں لیکن میرے عزیزو! ہم اگر کہیں کہ ہم تو نیکی کرتے ہیں لیکن ہماری نیکیوں کے تو یہ آثار ظاہر نہیں ہوتے تو اس صحابی کی بات سچی کہ ہماری نیکی کے اندر ملاوٹ ہے اس لئے کہ نیکی خالص ہو اور اس کا یہ اثر نہ ہو ایسا ہو ہی نہیں سکتا، ضرور ہماری نیکی کے اندر کہیں گناہوں کی ملاوٹ موجود ہے۔

نیکیوں میں ملاوٹ نہ کریں

اگر مرچوں کے اندر میٹھا ڈال دیا جائے تو مرچوں کی اصل کرواہٹ باقی نہیں رہتی۔ میٹھے کے اندر مرچیں ڈال دی جائیں تو میٹھے کا اثر معلوم نہیں ہوتا۔ نمک کے اندر آٹا ڈال دیا جائے تو نمک کا صحیح پتہ نہیں چلتا۔ آج ہمارا حال بھی یہی ہے کہ نیکیاں کرتے ہیں لیکن گناہوں کو بھی ترک نہیں کرتے، نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اس ملاوٹ کی وجہ سے ساری نیکیوں کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

اللہ کے نیک بندوں اور ہمارے درمیان فرق ہی یہی ہے کہ ہم نیکیوں کے ساتھ ساتھ گناہ بھی اتنے کرتے ہیں کہ معاملہ صفر سے بھی نیچے منفی میں چلا جاتا ہے اور وہ نیکیاں کرنے کے ساتھ ساتھ ان نیکیوں کو بچا لیتے ہیں اس لئے ان کی زندگی میں نیکیوں کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور ہماری زندگی ان سے محروم رہتی ہے۔

گناہ کو گناہ سمجھیں

بدقسمتی سے بہت سارے گناہ ایسے ہیں جنہیں آج ہم نے گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے، بدنگاہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ ارے صاحب! یہ تو ہو ہی جاتی ہے حالانکہ نبی ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

"اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْسِ" (احیاء علوم الدین، ج۱، ۳۱۱)

بدنظری شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک ہے۔

ارے! جس بدنگاہی کو تم اتنا معمولی سمجھ رہے ہو یہ شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جیسے زہریلے تیر سے آدمی کی جان ختم ہو جاتی ہے اسی طرح ایک دفعہ بدنظری کرنے سے بسا اوقات سالوں کی بنی ہوئی روحانی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ ہم اسے بہت معمولی خیال کرتے ہیں۔ یہ تو میں نے ایک مثال عرض کی ہے ورنہ ہماری زندگی کے اندر نہ جانے کتنے کبیرہ گناہ ایسے ہیں جو ہماری روحانی زندگی کی موت کے لئے کافی ہیں۔

بدن کا قوی ہونا

● چوتھا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس نیکی کی وجہ سے انسان کے بدن میں طاقت آتی

ہے، دل میں طاقت آتی ہے۔ دل کی وجہ سے پورے جسم میں طاقت آجاتی ہے اور اس طاقت کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب بندہ پر آزمائش آتی ہے، امتحان آتا ہے، جب دل کمزور ہو جائے تو پھر یہ حالات کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور دل مضبوط ہو تو بڑی بڑی آزمائشوں میں بھی ثابت قدم رہتا ہے، بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتا۔

لوگوں کے ہاں محبوب ہونا

● نیکی کا پانچواں اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ رب العزت اپنے پیارے بندوں کے دلوں کے اندر اس کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ یہ نیکی کے آثار ہیں اور یقینی ہیں لیکن شرط ہے میرے عزیزو کہ یہ نیکی خالص نیکی ہو۔

برائی کے اثرات

برائی کے بھی آثار ہوتے ہیں، اس کے بھی کچھ نتائج ہوتے ہیں، جو اسی دنیاوی زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

”اِنَّ لِلسَّيِّئَةِ سَوَاداً فِيْ الْوَجْهِ وَظُلْمَةً فِيْ الْقَلْبِ وَوَهْناً فِيْ الْبَدَنِ وَنَقْصاً فِي الرِّزْقِ وَبُغْضَةً فِيْ قُلُوْبِ الْخَلْقِ“ (الجواب الکافی ص ۴۷)

بے شک برائی کی بدولت چہرے کی سیاہی، دل کی بے نوری، بدن کی کمزوری، رزق کی کمی اور لوگوں کے دلوں کی نفرت حاصل ہوتی ہے۔

چہرے کی سیاہی

● برائی کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، اندر کی آگ کا دھواں چہرے پر آجاتا ہے۔

دل کی بے نوری

● برائی کا دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی کے دل میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔تاریکی ہو جاتی ہے۔دل بے نور ہو جاتا ہے۔

بدن کی کمزوری

● برائی کا تیسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے گناہگار کے بدن کے اندر سستی وکاہلی پیدا ہو جاتی ہے۔کچھ کرنے کا دل ہی نہیں چاہتا، دل کرتا ہے بس پڑا ہی رہوں، کوئی کام کرنے کا دل نہیں کرتا۔اِدھر خیال نہیں جاتا کہ یہ میرے گناہوں کے اثرات ہیں جو آج ظاہر ہوئے ہیں۔

میرے عزیزو! جب بیج زمین میں ڈالا جاتا ہے تو پہلے دن ہی زمین سے کونپل نہیں پھوٹتی بلکہ بیج اندر ہی اندر زمین میں پھٹتا ہے، اس میں سے کونپل پھوٹتی ہے اور کچھ وقت کے بعد وہ کونپل زمین کی سطح پھاڑ کر باہر آ جاتی ہے۔اسی طرح گناہوں کے آثار جو اس پر آج پانچ سال کے بعد ظاہر ہوئے ہیں تو یہ ان گناہوں کا نتیجہ ہے جو اس نے پانچ سال پہلے کئے تھے اور کرنے کے بعد انہیں بھول گیا تھا، توبہ بھی نہیں کی تھی۔یہ انہی کے اثرات ہیں جو آج اسے تنگ کر رہے ہیں۔

رزق کی تنگی

● برائی کا چوتھا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ بندے کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے اگرچہ اس کے پاس لاکھوں نہیں کروڑوں ہوں۔مگر اس کے باوجود ایسی تنگی آ جاتی ہے کہ بندہ پریشان ہو جاتا ہے۔

گناہگار کے لئے لوگوں کی نفرت

● برائی کا پانچواں اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ رب العزت مخلوق کے دلوں میں اس کی نفرت بٹھا دیتا ہے۔

میرے عزیزو! یہ گناہوں کے یقینی آثار ہیں لیکن چونکہ دل کی آنکھیں بینائی سے اس قدر محروم ہو چکی ہیں کہ یہ تمام آثار میرے گھر میں، میری زندگی میں، میری سوسائٹی میں، میرے ارد گرد موجود ہیں لیکن میری نظر ادھر جاتی ہی نہیں ہے کہ میں گناہوں سے توبہ کرلوں، زیادہ سوچ لیں تو کہتے ہیں کہ کسی کی نظر لگ گئی ہے، کسی نے بندش کر دی ہے۔ (العیاذ باللہ) اگر کسی کے گھر میں تعویذ مل جائے اور فوراً کچھ غیر متوقع حالات پیش آ جائیں تو فوراً یقین آ جاتا ہے کہ اس تعویذ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے حالانکہ پتہ نہیں وہ تعویذ کیا ہے؟ کس موضوع پر ہے؟ لیکن فوراً اس پر یقین آ جاتا ہے اور نبی ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں کہ یہ گناہوں کے آثار ہیں تو اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

عاملوں سے جان بچائیں

میرے عزیزو! اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ان عاملوں کے چکرا تنے زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ ہر وقت انہی کے بارے میں سن رہے ہیں، ہر زبان پر یہی باتیں ہیں، میڈیا بھی یہی کہہ رہا ہے، اس لئے فوراً یقین آ جاتا ہے کہ کسی نے کچھ کروا دیا ہے لہٰذا کسی عامل سے رابطہ کرنا پڑے گا اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات پر تو یقین ہی نہیں رہا، اعتماد ہی نہیں رہا کہ یہ برے حالات گناہوں کے آثار بھی ہو سکتے ہیں۔

میرے دوستو! قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿مَن يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَ بِهِ﴾ (النساء:۱۲۳)

جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا۔

گناہ کتنی ہی کامیابی سے کیوں نہ کیا جائے مگر اس کی سزا مل کر رہتی ہے۔ اس بات کو ماننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے بلکہ اگر کوئی صحیح رہنمائی بھی کرے تو اس پر یقین ہی نہیں آتا۔ یقین انہی پر آتا ہے جو کہتے ہیں کہ قمیص چھوٹی ہوگئی ہے یا دھبے اس وجہ سے آگئے ہیں کہ آپ پر بہت سخت جادو کروایا گیا ہے۔

زندگی بدلیں

اصل میں آج کا مسلمان اپنے مسائل تو حل کرنا چاہتا ہے لیکن زندگی بدلنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

''لوگوں کا ایمان خراب ہی اس وجہ سے ہوتا ہے، شرک کے اندر مبتلا ہی اس وجہ سے ہوتے ہیں، غیر اللہ کے سامنے سجدے اسی لئے کرتے ہیں کہ اپنے مسائل تو حل کرانا چاہتے ہیں لیکن اس کی خاطر اللہ کی طرف رجوع کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ اللہ کی طرف جانے کے لئے توبہ کرنی پڑے گی اور اِدھر ایک دیگ سے ہی کام بن جائے گا، ایک ہی ڈبے سے بات بن جائے گی، کچھ نذرانے دے کر بات بن جائے گی، زندگی بدلنی نہیں پڑے گی لیکن اگر اللہ کی طرف جائیں گے تو زندگی بدلنی پڑے گی۔ اسی لئے آدمی مشرک بن جاتا ہے۔ ان لوگوں سے اپنی قسمت معلوم کر رہا ہوتا ہے جن کی ساری زندگی اور قسمت خراب ہوتی ہے۔ وہ اسے کیا قسمت بتائیں گے جو خود ساری زندگی خوار ہیں۔''

اللہ سے صلح کریں

میرے عزیزو! یہ سب گناہوں کے آثار ہیں۔ اگر آج ہم اپنے اللہ سے صلح کرلیں تو آج ہی سے ہمیں اپنی زندگی میں تبدیلی محسوس ہونا شروع ہوجائے گی۔ مایوسی چھوٹ جائے گی، بے اطمینانی اطمینان سے بدل جائے گی، بے سکونی سکون سے بدل جائے گی، بے چینی راحت سے بدل جائے گی اور یہ بالکل یقینی بات ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات خود کہی ہے۔ اور اللہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔

﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴾ (النساء:۱۲۲)

اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا۔

اس لئے میرے عزیزو! ہم اپنی زندگی کے اندر خالص نیکی لے کر آئیں اور خالص نیکی اس کا نام ہے کہ اس کے ساتھ گناہوں کی ملاوٹ نہ ہو اگر گناہوں کی ملاوٹ ہوگی تو پھر اس کا اثر زندگی میں ظاہر نہیں ہوگا تو کوشش فرمائیں کہ اپنی زندگی کے اندر سو فیصد نیکی لے کر آئیں اور ایک ایک کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اپنے اللہ سے صلح کریں۔

اللہ مجھے اور آپ کو کہنے سننے سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

